شیعہ مسلک میں
گستاخ رسول کی سزا

ایک جھوٹا قصہ:

بچپن میں ایک کہانی سنی تھی کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی شان میں گستاخی کی تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کی گردن کاٹ دو۔ امیر المومنین (علیہ السلام) اٹھے اور اس شخص کو اپنے ساتھ لے گئے۔ صحابہ پیچھے آئے تا کہ شاتم رسول کے قتل کا تماشہ دیکھیں۔ لیکن حضرت علی (علیہ السلام) نے اس شخص کو آزاد کیا، درہم و دینار عطا کیے، ایک اونٹ پر بٹھایا اور چلتا کر دیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ رسول اللہ کے پاس دوڑے آئے اور شکایت کی کہ علی نے تو اس مجرم کو چھوڑ دیا۔ اس پر رسول اللہ مسکرا اٹھے اور فرمانے لگے کہ علی میری بات کا مطلب سمجھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ آدمی واپس مدینہ آیا، مسجد نبوی میں داخل ہوا، وضو کر کے نماز ادا کی اور رسول اللہ کی منقبت میں ایک نعت پیش کی۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) گویا ہوئے: ''میں نے تو فقط یہ کہا تھا کہ اسے عطا کر کے اس کی زبان کاٹ دو۔'' یعنی اس آدمی پر اس قدر کرم نوازی کرو کہ اس کا دل دین اسلام کی طرف مائل ہو جائے اور اس کی زبان توہین رسالت میں بکواس کرنے کے بجائے مدحت رسول میں پھول بکھیرنے لگے۔

یہ قصہ مکمل جھوٹ پر مبنی ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اول تو یہ واقعہ اثناء عشری شیعوں کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ جہاں تک میری تحقیق جاتی ہے، یہ واقعہ 'دعائم الاسلام' نامی ایک کتاب میں درج ہے جس کے مصنف اسماعیلی مبلغ قاضی نعمان مغربی ہیں۔ قاضی نعمان فاطمی خلافت کے عہد میں داعی الدعاۃ اور قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔ فاطمی خلفاء و آئمہ کے تحت اپنے فرائض منصبی سرانجام دیے اور اسماعیلی فقہ پر یہ کتاب تحریر کی۔ انہوں نے یہ کتاب خلیفہ المعزالدین اللہ کے دور میں تمام کی اور ۳۶۳ھ میں انتقال کیا۔ 'دعائم الاسلام' کے علاوہ بھی دیگر کئی کتب و رسائل کے مصنف ہیں۔ دوم یہ کہ قاضی نعمان نے یہ واقعہ تحریر نہیں کیا بلکہ اس سے ملتا جلتا ایک دوسرا قصہ اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ پڑھنے والوں نے پتہ نہیں کیا پڑھا اور کیا سمجھا کہ ایک الٹی سیدھی داستان لکھ ڈالی۔ قاضی نعمان کی روایت میں کسی شاتم رسول کا ذکر نہیں۔ وہ بایں الفاظ رقم طراز ہیں:

''اور امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک شاعر نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے پاس آیا، آپ سے سوال کیا اور آپ کی بے حد تعریف کی۔ پس آپ اپنے بعض اصحاب سے مخاطب ہوئے: 'اس سے ساتھ اٹھو اور اس کی زبان کاٹ دو'۔ تو وہ گئے اور پھر واپس آ گئے۔ پس انہوں نے پوچھا 'کیا میں اس کی زبان کاٹ دوں'؟ فرمایا: 'میں نے تو فقط یہ کہا تھا کہ اسے عطا کر کے اس کی زبان کاٹ دو۔'

(دعائم الاسلام، حدیث نمبر ۱۲۱۹)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا اہل تشیع کے حقیقی مذہب میں گستاخ رسول کی سزا موت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا کوئی بھی مسلمان اٹھ کر ساب النبی وشاتم الرسول کو سزائے موت دے سکتا ہے۔ ان معاملات کی حقیقی خبر ہمیں کتب حدیث شیعہ اور متکلمین و فقہاء امامیہ ہی دے سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم اللہ کا نام لے کر اپنی تحقیق کا آغاز کرتے ہیں۔

ابتدائیہ:

ملک ممتاز حسین قادری نے جب سلمان تاثیر کو قتل کیا تو پاکستان میں امت مسلمہ دو طبقات میں تقسیم ہوگئی۔ایک طبقہ اس نظریہ کا حامی تھا کہ گستاخ رسول کی کوئی مخصوص سزا شریعت میں مقرر نہیں اور اگر مقرر ہے بھی تو کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ قانون کو ہاتھ میں لے کر مجرم کو جہنم واصل کرے۔دوسرا نظریہ یہ تھا کہ دین اسلام کے نزدیک گستاخ رسول کی سزا موت ہے اور کوئی بھی مسلمان اٹھ کر مجرم کو قتل کرسکتا ہے۔چنانچہ اگر تاثیر پر گستاخی رسول کا جرم ثابت ہو جاتا ہے تو قادری بے گناہ ہے اور اس پر حد جاری نہیں ہوسکتی۔افسوس کہ مسلمانوں کے پاس اپنے ہی مسالک کے متعلق کافی علم موجود نہیں۔پاکستان میں بریلوی اور دیوبندی طبقات مذہبی اعتبار سے حنفی ہیں۔احناف کا مشہور نظریہ یہ ہے کہ اگر گستاخ رسول کافر ہو تو قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر مسلمان ہو تو قتل کر دیا جائے گا۔آسیہ بی بی کے مسئلہ پر پاکستان میں احناف نے اپنے ہی آئمہ کے عقائد سے اختلاف کیا اور اہل حدیث کے فتویٰ پر عمل پیرا ہوگئے۔لیکن ممتاز قادری کے مسئلہ پر لاعلمی کا افسوسناک مظاہرہ شیعہ علماء نے کیا اور یہ دلیل پیش کی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) گستاخوں کو معاف فرمایا کرتے تھے۔معلوم ہونا چاہئے کہ رسول اللہ سے گستاخ کو سزا دینا بھی ثابت ہے اور معاف فرمانا بھی ثابت ہے۔لیکن مسلمانوں کے درمیان اس امر پر کوئی اختلاف نہیں (سوائے حنفیوں کے) کہ گستاخ رسول (چاہے کافر ہو یا مسلمان) واجب القتل ہے اور امت مسلمہ کا کوئی بھی فرد اسے قتل کرسکتا۔ابن تیمیہؒ نے اپنی تالیف 'صارم مسلول' بھی احناف کے اس موقف پر بھرپور تنقید کی اور ثابت کیا کہ ان کے آئمہ اس مسئلہ میں جمہور مسلمین کے خلاف ایک نظریہ رکھتے ہیں۔چنانچہ جب آیت اللہ العظمٰی رہبر انقلاب سید روح اللہ خمینی (رحمہ اللہ) نے سلمان رشدی (ملعون) کے قتل کا حکم دیا تھا تو یہ حکم اہل سنت اور اہل تشیع کے فقہی مسائل کے عین مطابق تھا۔لیکن امت مسلمہ نے منافقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس فتویٰ کی مخالفت کی اور اپنی ہی شرع سے جہالت کا سلوک برتا۔یہاں ہم اس امر کا جائزہ لیں گے کہ آیا شیعہ مسلک میں گستاخ رسول کی سزا موت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کے دلائل کیا ہیں۔میں بیسویں صدی کے اہم ترین فقہاء شیعہ یعنی خمینی (رحمہ اللہ) اور خوئی (رحمہ اللہ) کے فتاویٰ سے بھی اپنے قول پر استدلال کروں گا۔یہاں موجود ہر حدیث صحیح نہیں ہے لیکن جن کی تصحیح علماء شیعہ سے میرے نزدیک ثابت ہے ان کا میں نے تذکرہ ضرور کیا ہے۔

پہلی حدیث:

علی ابن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی جنہوں نے ابن ابی عمیر سے روایت کی جنہوں نے ہشام ابن سالم سے روایت کی جنہوں نے ابوعبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے روایت کی جن سے اس شخص کی بابت استفسار ہوا جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر شتم کیا ہو۔پس فرمایا: ''اس سے قبل کہ یہ بات امام تک پہنچے، جو اس کے نزدیک ہے وہ اسے قتل کر دے۔''

(فروع الکافی، جلد نمبر ۷، کتاب الحدود، باب حد المرتد، حدیث نمبر ۲۱)

(وسائل شیعہ، جلد نمبر ۲۱، ابواب حد المرتد، باب ۷ [حکم من شتم النبی]، حدیث نمبر ۱)

یہ حدیث آیت اللہ خوئی کے پیروکاروں کے نزدیک صحیح ہے۔ ان کے نزدیک یہاں امام سے مراد حاکم شرعی ہے چنانچہ کسی بھی شخص کے لیے جائز ہے کہ گستاخ رسول کا قول سن کر اس ہی وقت اس کی گردن کاٹ دے اور حکومت وقت تک یہ معاملہ نہ پہنچنے پائے۔ اہل سنت کے یہاں ایک مشہور قول ہے جس کے مطابق: ''جو رسول اللہ کو گالی دے اسے قتل کرو اور جو صحابہ کو گالی دے اسے ادب سکھاؤ۔'' بعض روایات میں ہے: ''جو صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے مارو۔'' ابن تیمیہؒ نے اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ سوائے رسول اللہ کے اور کسی آدمی کی شان میں گستاخی کرنے پر سزائے موت نہیں دی جاتی۔ چنانچہ انہوں نے ان علماء کی بھی مخالفت کی جنہوں نے اصحاب رسول کے گستاخ کو واجب القتل قرار دیا تھا۔ یہ ہی موقف شیعوں کا ہے جو ہم صحیفہ رضا (علیہ السلام) میں پڑھتے ہیں۔

حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا (علیہ السلام) نے اپنی اسناد کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے نقل کیا جنہوں نے فرمایا: ''جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کرو اور جو کسی نبی کے صحابی کو گالی دے اسے کوڑے لگاؤ۔''

(صحیفہ امام رضا، حدیث نمبر ۱۵)

چنانچہ اس ہی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم دوسری حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

دوسری حدیث:

حسین ابن محمد نے علی ابن محمد سے روایت کی جنہوں نے حسن ابن علی الوشاء سے روایت کی جنہوں نے ابا الحسن حضرت امام موسیٰ ابن جعفر الکاظم (علیہ السلام) کو کہتے سنا جنہوں نے کہا: ''حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) کے عہد میں کسی آدمی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر شتم کیا تو عامل مدینہ کے پاس لایا گیا اور لوگ جمع ہو گئے۔ پس ابوعبداللہ آئے اور اس وقت وہ بیمار سے صحت یاب ہوئے تھے اور ان پر ایک گلابی چادر تھی۔ تو وہ صدر مجلس کی نشست پر جا بیٹھے اور تکیہ لگانے کے اجازت حاصل کی۔ عامل نے ان سب سے پوچھا: 'تمہاری کیا رائے ہے'؟ تو اس سے عبداللہ ابن الحسن (امام حسن کے پوتے) اور حسن ابن زید (امام زین العابدین کے پوتے) وغیرہ نے کہا: 'ہماری رائے یہ ہے کہ اس کی زبان کاٹ دی جائے'۔ پھر عامل ربیعہ الرائے (ربیعہ ابن ابی عبدالرحمان) اور اس کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا: 'تمہاری کیا رائے ہے'؟ کہنے لگے: 'اس کو ادب سکھایا جائے'۔ پس ابوعبداللہ پکار اٹھے: 'سبحان اللہ! پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کے درمیان کیا فرق رہ جائے گا'؟''

(فروع الکافی، جلد نمبر ۷، کتاب الحدود، نوادر، حدیث نمبر ۳۰)

(وسائل شیعہ، جلد نمبر ۲۱، ابواب حد القذف، باب ۲۵ [قتل من سب النبی]، حدیث نمبر ۱)

اس حدیث کو بھی آیت اللہ خوئی کے پیروکاروں نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول کی توہین کرنے والے کو ادب سکھایا جائے گا یعنی معمولی سزا دی جائے گی جبکہ شاتم رسول کو قتل کیا جائے گا۔ اس روایت کو ابوجعفر طوسیؒ نے بھی اپنی کتاب تہذیب

الاحکام میں نقل کیا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس موضوع پر مزید روایات کیا کہتی ہیں۔

تیسری حدیث:

ہمارے متعدد اصحاب نے سہل ابن زیاد سے روایت کی جنہوں نے علی ابن اسباط سے روایت کی جنہوں نے علی ابن جعفر سے روایت کی جنہیں ان کے بھائی حضرت امام موسیٰ ابن جعفر الکاظم (علیہ السلام) نے خبر دی جنہوں نے کہا: ''میں اپنے والد کے سرہانے موجود تھا جب عامل مدینہ زیاد ابن عبیداللہ کا پیغامبر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: 'امیر آپ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ ان کی طرف تشریف لے آیئے'۔ پس آپ نے بیماری کے باعث معذرت کی تو وہ پیغامبر لوٹ کر آیا اور بولا: 'انہوں نے حکم دیا ہے کہ آپ کی خاطر مقصورہ کا دروازہ کھول دیا جائے جو کہ آپ کے چل کر آنے کے لیے قریب ہے'۔ پس میرے والد چل پڑے اور میرا سہارا لیا۔ والی کے پاس حاضر ہوئے اور وہاں مدینہ کے تمام فقہاء جمع تھے جن کے سامنے ایک گواہی کی دستاویز موجود تھی جس میں تھا کہ وادی القریٰ کے ایک شخص نے نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کا ذکر کیا اور آپ کو گالی دی۔ پس والی گویا ہوا: 'اے ابوعبداللہ! اس دستاویز کو ملاحظہ فرمایئے'۔ فرمانے لگے: 'پہلے میں دیکھ لوں کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں'۔ تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا: 'تمہاری کیا رائے ہے'؟ وہ گویا ہوئے: 'ہم کہتے ہیں کہ اس شخص کو ادب سکھایا جائے، پیٹا جائے، تعزیر دی جائے اور قید کر دیا جائے'۔ پس آپ نے ان سے پوچھا: 'اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص اصحاب نبی میں سے کسی کے متعلق وہ سب کچھ بول رہا ہو جو اس نے نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے متعلق کہا ہے تو تمہارا اس کے بارے میں کیا حکم ہوگا'؟ کہنے لگے: 'اس ہی (حکم) کی مثل'۔ فرمایا: 'سبحان اللہ'! پھر امام نے (مزید) کہا: 'پس پھر نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اور ان کے کسی صحابی کے درمیان فرق کیا رہا'؟ اس پر والی کہنے لگا: 'انہیں چھوڑیں، اے ابا عبداللہ! اگر ہمیں ان کی سننا ہوتی تو ہم آپ کو کاہے کو تکلیف دیتے'۔ پس ابوعبداللہ فرمانے لگے: 'مجھے میرے والد نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے فرمایا: بیشک لوگ اسوہ میں برابر ہیں۔ جو کسی کو میرا ذکر کرتے سنے تو واجب ہے کہ اسے قتل کر دے جو مجھ پر شتم کرے اور یہ مسئلہ حاکم تک نہ لے جائے اور جب یہ مسئلہ حاکم تک پہنچے تو وہ اسے قتل کر دے جس نے مجھے گالی دی ہو'۔ پس زیاد ابن عبیداللہ کہنے لگا: 'اس مرد کو لے جاؤ اور اسے ابی عبداللہ کے حکم کے مطابق قتل کر دو'۔''

(فروع الکافی، جلد نمبر ۷، کتاب الحدود، نوادر، حدیث نمبر ۳۲)

(وسائل شیعہ، جلد نمبر ۲۱، ابواب حد القذف، باب ۲۵ [قتل من سب النبی]، حدیث نمبر ۲)

چوتھی حدیث:

علی ابن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی جنہوں نے حماد ابن عیسیٰ سے روایت کی جنہوں نے ربعی سے روایت کی جنہوں نے محمد ابن مسلم سے روایت کی جنہوں نے ابوجعفر حضرت امام محمد ابن علی الباقر (علیہ السلام) سے روایت کی جنہوں نے کہا: ''بنی ہذیل کا ایک

شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر سب کرتا تھا۔ جب نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو اس امر کی اطلاع ملی تو فرمایا: 'اس کے لیے کون ہے'؟ پس انصار میں سے دو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے: 'ہم ہیں، یا رسول اللہ'! تو وہ چل پڑے یہاں تک کہ عربہ (مدینہ کے نزدیک ایک مقام) پر پہنچے اور اس کے متعلق استفسار کیا۔ تب وہ اپنے مویشیوں کو چرا رہا تھا۔ پس وہ اس سے ملے جب وہ اپنے مویشیوں اور اپنے اہل خانہ کے درمیان موجود تھا۔ انہوں نے اسے سلام نہیں کیا۔ پس وہ پوچھنے لگا: 'تم دونوں کون ہو اور تمہارے نام کیا ہیں'؟ وہ دونوں گویا ہوئے: 'کیا تو فلاں ابن فلاں ہے'؟ اس نے کہا: 'ہاں'۔ پس وہ دونوں (سواری سے) نیچے اترے اور اس کی گردن اڑا دی۔'' محمد ابن مسلم کہتے ہیں کہ انہوں نے ابو جعفر سے پوچھا: ''اگر کوئی شخص آج نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر سب کرے تو کیا آپ کی رائے میں اسے قتل کر دینا چاہئے؟'' فرمایا: ''اگر تجھے اپنی جان کا خوف نہ ہو تو اسے قتل کر دے۔''

(فروع الکافی، جلد نمبر ۷، کتاب الحدود، نوادر، حدیث نمبر ۳۳)

(وسائل شیعہ، جلد نمبر ۲۱، ابواب حد القذف، باب ۲۵ [قتل من سب النبی]، حدیث نمبر ۳)

اس حدیث کو نہ صرف خوئی کے پیروکاروں نے بلکہ علامہ باقر بہبودیؒ نے بھی اپنی کتاب 'صحیح الکافی' میں معیار صحت کے مطابق لکھا ہے۔ چنانچہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گستاخ رسول کے قتل کی سزا موت ہے اور اگر آدمی کو اپنی جان کا خوف نہ ہو تو وہ شاتم رسول کی گردن کاٹ سکتا ہے۔ اب یہاں ان علماء پاکستان کے پاس کسی قسم کی گنجائش نہیں بچتی جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے تو گستاخ کو معاف کر دینے کا حکم دیا تھا۔ امام محمد باقر (علیہ السلام) کے فتویٰ کے بعد شیعہ مسلمانوں کے پاس فرار کی کوئی راہ باقی نہیں۔ یا تو امام عالی مقام کے حکم کی اطاعت کریں یا پھر اپنے ہی دین سے اس طرح انکار کر دیں جس طرح آسیہ مسیح کے متعلق پاکستانی احناف نے اپنا موقف یکا یک تبدیل کر لیا اور اہل حدیث ہو گئے!

پانچویں حدیث:

محمد ابن یحییٰ نے احمد ابن محمد ابن عیسیٰ سے روایت کی جنہوں نے (حسن) ابن محبوب سے روایت کی جنہوں نے یونس ابن یعقوب سے روایت کی جنہوں نے مطر ابن ارقم سے روایت کی جنہوں نے ابا عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) کو فرماتے سنا جنہوں نے کہا: ''والی عبدالعزیز ابن عمر نے مجھے بلا بھیجا تو میں اس کے پاس گیا۔ اور اس کے سامنے دو لوگ بیٹھے تھے جن میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے لڑائی کی اور اس کے چہرے کو نوچ ڈالا۔ والی کہنے لگا: 'اے ابا عبداللہ! آپ ان دونوں مردوں کی بابت کیا فرماتے ہیں'؟ میں نے کہا: 'اور یہ دونوں کیا بولتے ہیں'؟ کہا: 'ان میں سے ایک نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو بنی امیہ کے کسی فرد پر حسب کے حوالے سے فضیلت حاصل نہیں۔ دوسرے نے کہا: انہیں ہر معاملے میں تمام لوگوں کو فضیلت حاصل ہے۔ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کا مددگار غضبناک ہو گیا اور اس نے دوسرے کے چہرے کا جو حال کیا وہ آپ کے سامنے ہے۔ پس اس پر کیا (حد) ہے'؟ میں نے کہا: 'میرا ظن ہے کہ تو نے اپنے پاس بیٹھے (فقیہ) لوگوں سے پوچھا ہوگا اور انہوں نے تجھے خبر دی ہوگی'۔ بولا: 'میں آپ کو قسم دیتا ہوں

کہ آپ فرمایئے۔ میں نے جواب دیا: ’جس نے زعم کیا کہ کوئی شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی فضیلت میں آپ کی مثل ہے، اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ وہ قتل کیا جائے اور (اس پر حد جاری کرنے کے معاملے میں) حیا نہ کی جائے‘۔‘‘

(فروع الکافی، جلد نمبر ۷، کتاب الحدود، نوادر، حدیث نمبر ۴۲)

(وسائل شیعہ، جلد نمبر ۲۱، ابواب حد القذف، باب ۲۶ [قتل من زعم ان احدا من الرعیہ مثل رسول اللہ]، حدیث نمبر ۱)

اس حدیث کی صحت کا علم مجھے نہیں ہو سکا۔ میرا گمان ہے کہ یہ حدیث درست نہیں۔ البتہ اس روایت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے متعلق یہ بات کہی کہ آپ حسب نسب میں بنی امیہ سے بہتر نہیں تو دوسرے مسلمان نے اس کا چہرہ بگاڑ دیا۔ اس پر امام جعفر صادق (علیہ السلام) نے فتویٰ دیا کہ چہرہ بگاڑنا تو بہت کمتر فعل تھا؛ رسول اللہ کی فضیلت میں کسی کو شریک بھی ٹھہرانا آپ کی اہانت ہے اور اس کی سزا قتل کے علاوہ کچھ نہیں۔ لہٰذا جو شیعہ علماء گستاخان رسول کے حق میں معافی نامہ لکھنے پر تیار بیٹھے ہیں انہیں ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور اللہ کے غضب سے ڈرنا چاہیئے۔

چھٹی حدیث

محمد ابن یحییٰ نے احمد ابن محمد سے روایت کی جنہوں نے علی ابن الحکم سے روایت کی جنہوں نے ہشام ابن سالم سے روایت کی جنہوں نے کہا: ’’میں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے پوچھا: ’آپ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں جو علی (علیہ السلام) پر سب کرے‘؟ فرمایا: ’اس کا خون بہانا حلال ہے، اللہ کی قسم! لیکن تم اس کا اثر کسی بری الذمہ تک نہ پہنچانا‘۔ میں نے پوچھا: ’پس آپ اس شخص کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں جو ہمیں اذیت دے‘؟ کہا: ’کس کے متعلق (اذیت دے)‘؟ کہا: ’ہمیں آپ کے ذکر سے تکلیف دے (یعنی ہمارے سامنے آپ پر سب وشتم کرے)‘۔ امام گویا ہوئے: ’کیا علی کی ذات میں اس کا حصہ ہے (یعنی کیا امیر المومنین سے کچھ محبت رکھتا ہے)‘؟ میں نے جواب دیا: ’وہ ایسا ہی کہتا ہے (کہ محبّ علی ہے) اور اس (محبت) کا اظہار کرتا ہے‘۔ فرمایا: ’اس سے تعرض نہ کرو‘۔‘‘

(فروع الکافی، جلد نمبر ۷، کتاب الحدود، نوادر، حدیث نمبر ۴۴)

(وسائل شیعہ، جلد نمبر ۲۱، ابواب حد القذف، باب ۲۷ [قتل من سب علیا او غیرہ من الآئمہ]، حدیث نمبر ۱)

یہ حدیث بھی خوئی صاحب کے پیروکاروں کے نزدیک صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہی نہیں بلکہ چہاردہ معصومین کے متعلق بدگوئی کرنے والا مباح الدم ہے اور اگر مومنین قدرت پائیں تو ایسے شخص کو جہنم واصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس ناصبی کو قتل کرنے سے مومن کی جان خطرے میں پڑ جانے کا خوف ہو تو آئمہ معصومین نے اس صورت میں ہمیں قانون کو ہاتھ میں لینے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کی توثیق اگلی حدیث سے ہوتی ہے جو اس مختصر تحریر کی بھی آخری روایت ثابت ہوگی۔ یہ حدیث اصول کافی کے بجائے علل الشرائع میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ حدیث کچھ یوں ہے:

ساتویں حدیث:

(شیخ صدوق) محمد ابن علی ابن الحسین (علل میں) اپنے والد (علی ابن الحسین ابن موسیٰ ابن بابویہ) سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے سعد (ابن عبداللہ) سے روایت کی جنہوں نے احمد ابن محمد سے روایت کی جنہوں نے علی ابن الحکم سے روایت کی جنہوں نے سیف ابن عمیرۃ سے روایت کی جنہوں نے داؤد ابن فرقد سے روایت کی جنہوں نے کہا: ''میں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر ابن محمد الصادق (علیہ السلام) سے پوچھا: 'آپ ناصبی کے قتل کی بابت کیا فرماتے ہیں'؟ کہا: 'اس کا خون بہانا حلال ہے لیکن اس صورت میں مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے پس اگر تم قدرت پاؤ کہ اس پر دیوار گرادو یا اسے پانی میں غرق کردو اس طرح کہ کوئی تمہارے خلاف گواہی نہ دے سکے تو تم ایسا کردو'۔ پوچھا: 'اس کے مال کے بارے میں کیا حکم ہے'؟ جواب دیا: 'جتنا ہو سکے برباد کردو'۔''

(وسائل شیعہ، جلد نمبر ۲۱، ابواب حد القذف، باب ۲۷ [قتل من سب علیا او غیرہ من الآئمہ]، حدیث نمبر ۵)

شیخ صدوق کا فتویٰ:

شیخ صدوق کا شمار مذہب شیعہ کے عظیم دانشمندوں میں ہوتا ہے۔ آپ اپنے عہد کے چوٹی کے علماء وفقہاء ومحدثین میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کی کتاب علل الشرائع سے مروی ایک حدیث ہم نے اوپر درج کی ہے۔ آپ کا اصل نام محمد ابن علی ابن الحسین ابن موسیٰ ابن بابویہ قمی تھا اور آپ ابن بابویہ کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ اہل تشیع کی اہم ترین کتب 'اصول اربعہ' میں آپ کی تالیف لطیف 'من لا یحضرہ الفقیہ' بھی شامل ہے۔ آپ نے شاتم رسول اور شاتم اہل بیت کے قتل کا فتویٰ دیا اور یہ فتویٰ ان دلائل ظاہرہ وبراہین قاطعہ کی بنیاد پر دیا جو ہم نے اوپر نقل کیے ہیں۔ اپنی ایک کتاب میں آپ رقم طراز ہیں:

''اور جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)، امیر المومنین (علیہ السلام) اور آئمہ (صلوات اللہ علیہم) میں سے کسی ایک پر بھی سب کیا تو اس کا خون اس ہی وقت حلال ہو جاتا ہے۔''

(الہدایہ [فی الاصول والفروع]، کتاب ۱۵۵ [الحدود]، صفحہ نمبر ۲۹۵)

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا فتویٰ:

شیخ صدوق کے شاگرد شیخ مفید کا درجہ پانچویں صدی ہجری کے علماء شیعہ میں کافی بلند و برتر ہے۔ آپ کا لقب اہل اسلام کے درمیان المعلم تھا۔ آپ کے ہی شاگرد سید رضی نے 'نہج البلاغۃ' جیسی گرانقدر کتاب ترتیب دی۔ سید رضی کے بڑے بھائی اور شیخ مفید کے پیارے شاگرد ابوالقاسم علی ابن الحسین الشریف المرتضیٰ تھے جو اپنی علمی لیاقت وقابلیت کے باعث علم الہدیٰ مشہور ہیں۔ آپ نے مذہب شیعہ کی تصدیق میں کئی کتب چھوڑیں جن میں سے ایک میں آپ گستاخ رسول کے متعلق کچھ یوں لکھتے ہیں:

''اور جس قول میں امامیہ منفرد ہیں وہ یہ ہے کہ جس نے نبی (علیہ السلام) پر سب کیا یا آپ کی عیب جوئی کی، مسلم تھا یا ذمی، اس ہی وقت قتل کر دیا جائے گا۔''

(الانتصار، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۳۱، کتاب السیر، مسئلہ ۲۷، باب حکم من سب النبی)

اس کے بعد علم الہدیٰ نے وضاحت کی کہ اہل سنت کے علماء اس مسئلے میں امامیہ سے مختلف اقوال کے حامل ہیں۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کا قول یہ ہے کہ شاتم رسول اگر مسلمان ہو تو مرتد کے طور پر قتل کر دیا جائے گا وگرنہ اسے محض تعزیر دی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا۔ پھر احناف نے جس حدیث کو اس قول کی دلیل بنایا، سید مرتضیٰ نے وہ حدیث بھی پیش کی۔ امام مالکؒ کا یہ قول پیش کیا کہ اگر کوئی یہودی و نصرانی رسول اللہ کو گالی دے اور پھر اسلام قبول کر لے تو سزائے موت سے بچ جائے گا۔ لیث ابن سعد (رحمہ اللہ) کہتے تھے کہ اگر مسلمان رسول اللہ کو برا کہے تو اسے توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی اور اس ہی وقت قتل کر دیا جائے گا؛ ایسا ہی سلوک یہود و نصاریٰ کے ساتھ بھی کیا جانا چاہیئے۔ علم الہدیٰ کے نزدیک لیث کا موقف شیعوں کے موقف کے نزدیک ہے۔ پھر شافعیؒ کے قول پر توضیح لکھتے ہوئے سید مرتضیٰ نے یہ دلیل پیش کہ اگر کوئی مسلمان رسول اللہ کو گالی دے تو وہ بلا شک و شبہ اسلام سے نکل جاتا ہے اور مرتد کا خون بہانا مباح ہے۔ اور اگر ذمی گالی دے تو ایسا کرنے سے وہ مرتد تو نہیں ہوگا (کیونکہ وہ پہلے سے ہی کافر ہے) البتہ اس کا ذمہ ختم ہو جائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ کیا گیا عہد ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ اس بناء پر وہ واجب القتل ہے۔

ابو جعفر طوسی کا فتویٰ:

ابو جعفر طوسیؒ کا شمار اہل تشیع کے اہم ترین علماء و فقہاء و محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ کی دو تالیفات 'الاستبصار' اور 'تہذیب الاحکام' اہل تشیع کے بنیادی مصادر حدیث یعنی 'اصول اربعہ' میں شامل ہیں۔ آپ اپنے استاد نامدار سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے بعد مسند اجتہاد پر متمکن ہوئے اور پانچویں صدی ہجری کے عظیم ترین شیعہ علماء میں قرار پائے۔ آپ کی دیگر کتب میں 'امالی'، 'مصباح مجتہد' اور 'رجال' وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے بھی گستاخ رسول کے قتل کا فتویٰ پیش کیا اور اس موضوع پر وہی بات کی جو ہم اس سے قبل احادیث آئمہ معصومین کی صورت میں پیش کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا:

''اور جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) یا آئمہ میں سے کسی ایک پر بھی سب کیا تو اس کا خون بہانا حلال ہے۔ اور حلال ہے اس کا قتل کرنا اس پر جس نے اسے ایسا بولتے سنا۔ جب اسے خوف نہ ہو اس قتل میں اپنے نفس کا یا اپنے کسی غیر کا۔ پس اگر وہ خائف ہو اپنی جان کے لیے یا حال یا مستقبل میں بعض مومنین کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کرے۔''

(النہایہ فی مجرد الفقہ والفتاویٰ، صفحہ نمبر ۷۳۰)

چنانچہ یہاں ہم نے واضح کیا کہ ابتدائی عہد کے شیعہ علماء یعنی شیخ صدوق، سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی کے نزدیک شاتم رسول و شاتم اہل بیت کا خون بہانا حلال ہے بلکہ اس آدمی پر واجب ہے جو گستاخ کو ایسا کچھ کہتے پائے۔ لیکن اگر اس آدمی کو اپنی جان کا خوف ہو تو وہ اس قتل

سے اجتناب برتے۔ اگر گستاخ رسول کو قتل کرنے میں کوئی مسئلہ درپیش نہ ہو تو اس بد بخت کو حکومت وقت کے سامنے پیش کرنے سے قبل ہی جہنم بھیج دینا چاہیے۔

ابوالصلاح حلبی کا فتویٰ:

ابوالصلاح حلبی پانچویں صدی ہجری کے ایک مشہور امامی فقیہ اور متکلم ہو گزرے ہیں۔ آپ سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی کے شاگرد رشید تھے۔ شیخ طوسی کے بعد شیعہ فقہاء میں ابوالصلاح اور عبدالعزیز ابن براج طرابلسی نے مقبولیت حاصل کی۔ ابوالصلاح نے بھی گستاخ رسول کی سزا کے متعلق وہی کچھ لکھا جو اپنے اساتذہ کو لکھتے پایا:

''جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو، آپ کی آل میں سے کسی امام کو یا انبیاء میں سے بعض پر سب کیا تو سلطان پر اس کا قتل واجب ہے۔ اور اگر اہل ایمان نے اس کی گستاخی سن کر اسے قتل کر دیا تو سلطان کو اس (قاتل) پر (سزا نافذ کرنے کا) کوئی اختیار نہیں۔ اور اگر ان میں سے کسی کی طرح کوئی قبیح قصہ منسوب کرے تو ان کی حرمت کے استحکام اور ان کی عصمت کی تصدیق کے طور پر اس (بیہودہ گو) کو کوڑوں میں سخت سزا دی جائے۔ اور امیر المومنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: 'اگر میرے پاس کوئی ایسا مرد لایا گیا جس نے گمان کیا کہ داؤد کو ایک عورت [اوریاہ] سے عشق تھا تو میں اس پر دو حدیں جاری کروں گا: حد اسلام اور حد نبوت'۔''

(الکافی فی الفقہ، فصل فی القذف وحدہ، صفحہ نمبر ۳۷۸)

ابوالمکارم ابن زہرہ کا فتویٰ:

سید ابوالمکارم حمزہ ابن علی ابن زہرہ الجعفری حلبی چھٹی صدی ہجری کے ایک نامور شیعہ متکلم اور فقیہ تھے۔ آپ نے ابن ادریس حلی اور ابن المشہدی جیسے علماء کو تعلیم دی۔ ابوالمکارم بھی شاتم رسول کے قتل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''اور جو نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)، آپ کے علاوہ دیگر انبیاء یا آئمہ (علیہم السلام) میں سے کسی پر سب کرے اسے قتل کر دو۔ اور جو اسے ایسا کہتے سنے پس صاحب امر کی اجازت لیے بغیر اسے قتل کرنے میں سبقت کرے تو اس پر کچھ (حد) نہیں۔ اس کی دلیل گروہ (شیعہ) کے اجماع کی بنیاد پر ہے۔''

(غنیۃ النزوع، صفحہ نمبر ۴۲۸)

محقق حلی کا فتویٰ:

آپ ساتویں صدی ہجری کے ایک عظیم شیعہ عالم دین ہیں۔ اصل نام ابوالقاسم جعفر ابن حسن حلی ہے۔ آپ کو محقق اول بھی کہا جاتا ہے۔ ابوالمکارم کے بعد اہل تشیع کے یہاں فقہ وحدیث میں بھی کافی اونچا مقام رکھتے ہیں۔ ناصرالدین طوسی (رحمہ اللہ) آپ کے مداح

تھے۔ محقق حلی نے علامہ ابن مطہر حلی کو تعلیم دی اور یہ علامہ حلی وہی شخصیت ہیں جن کی تبلیغ سے متاثر ہوکر ایران کا ایل خانی بادشاہ خدابندہ الجائتو شیعہ ہوگیا اور اس نے فقہ جعفریہ کو ملک فارس کا سرکاری مذہب بنا دیا۔ محقق حلی نے ایک درجن سے زائد کتب لکھیں جن میں ایک کتاب 'شرائع اسلام فی مسائل الحلال والحرام' ہے۔ اس کتاب کی شیعہ علماء نے درجنوں شروح تحریر کی ہیں۔ بلکہ شروح کی تعداد سو سے بھی زائد ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب پر حواشی بھی دستیاب ہیں۔ شیخ محمد حسن نجفی مشہور ہی اپنی تالیف 'جواہر الکلام' کے صاحب کے طور پر ہیں جو 'شرائع السلام' کی تشریح ہے۔ محقق حلی کی تصنیف میں ہم پڑھتے ہیں:

''جو نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر سب کرے، سننے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے قتل کردے۔ وہ جس کو اپنی جان کے لیے، اپنے مال کے لیے اور اہل ایمان میں اپنے علاوہ کسی کے لیے خوف نہ ہو، اور آئمہ (علیہم السلام) میں سے بھی کسی پر سب کرنے والے کے متعلق یہ ہی حکم ہے۔''

(شرائع السلام، جلد نمبر ۲ [۳ و ۴]، شروط المقذوف واحکامہ، صفحہ نمبر ۴۱۱)

شہید ثانی کا فتویٰ:

زین الدین علی ابن نورالدین احمد عاملی جبعی کا شمار دسویں صدی ہجری کے عظیم ترین شیعہ علماء میں ہوتا ہے۔ آپ علامہ حلیؒ کی نسل میں سے تھے اور لبنان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف ممالک کا سفر کیا اور شیعہ کتب حدیث وفقہ کے ساتھ ساتھ اہل سنت کے مذہب کا بھی مطالعہ کیا۔ چنانچہ آپ شیعہ مذہب پر دسترس رکھتے ہوئے مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے بھی ماہر تھے۔ آپ کا شمار شیعہ مذہب کے پانچ شہداء میں ہوتا ہے۔ امامیہ فرقہ سے اختلافات کی بنیاد پر عثمانی سلطان سلیمان اعظم نے آپ کو شہید کروا دیا۔ آپ اپنی کتاب میں گستاخ رسول کے متعلق لکھتے ہیں:

''نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) یا آئمہ میں سے کسی پر بھی سب کرنے والا قتل کیا جائے گا اور اس کا قتل ہر اس آدمی پر جائز ہے جو اس امر پر مطلع ہو۔ پھر چاہے امام یا حاکم کی اجازت کے بغیر قتل کرے۔ وہ قاتل جسے خوف نہ ہو اپنے نفس کے لیے، اپنے مال کے لیے یا کسی مومن کی جان یا مال کے لیے۔ پس اس صورت میں جواز ختم ہو جاتا ہے... اور اس ہی وجہ قوی کے باعث اس میں انبیاء (علیہم السلام) بھی لاحق ہیں کیونکہ ان کی تعظیم اور ان کا کمال دین اسلام کی ضروریات میں سے ہے۔ پس ان پر سب کرنا ارتداد ہے۔ اور اس حکم میں نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے ساتھ آپ کی والدہ اور آپ کی بیٹی بھی شامل ہے فاطمہ (صلوات اللہ علیہا) کی تخصیص کے بغیر۔ اور ممکن ہے کہ حکم فقط فاطمہ (سلام اللہ علیہا) سے مختص ہو کیونکہ آپ کی طہارت پر آیت تطہیر دلالت کرتی ہے۔''

(شرح لمعہ، جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۱۹۴ تا ۱۹۵)

چانچہ یہاں شہید ثانیؒ نے واضح کر دیا کہ توہین رسالت وتوہین انبیاء وتوہین آئمہ دین اسلام سے ارتداد کے زمرے میں داخل ہے اور اس قسم کا آدمی مرتد ہونے کی بناء پر واجب القتل ہے۔ چنانچہ علماء اہل تشیع کے نزدیک چہاردہ معصومین پر سب وشتم کرنے والا واجب

القتل ہے ہراس شخص کے لیے جسے کوئی خوف لاحق نہ ہو۔ چنانچہ حکومت وقت کے علم میں لائے بغیر اس قسم کے مجرم کو خود بخود جہنم رسید کرنا مسلمانوں کے لیے جائز ہے۔

آیت اللہ خوئی کا فتویٰ:

چنانچہ آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم خوئی (رحمہ اللہ) نے گستاخ رسول کے قتل کا فتویٰ دیتے ہوئے لکھا:

''جو نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر سب کرے تو سننے والے پر اسے قتل کرنا واجب ہے، اس کے لیے جسے اپنے نفس، اپنے عرض، اپنے مال خطیر یا اس ہی طرح کسی چیز کا خوف نہ ہو۔ اور اس ہی میں لاحق ہے آئمہ (علیہم السلام) پر سب کرنا اور فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا) پر سب کرنا۔ اور اس قتل کے جواز کے لیے حاکم شرعی سے اجازت لینے کی کوئی حاجت نہیں۔''

(تکملہ منہاج الصالحین، صفحہ نمبر ۴۳، مسئلہ نمبر ۲۱۴)

آیت اللہ خمینی کا فتویٰ:

آیت اللہ العظمیٰ رہبر معظم قائد ملت فارسیہ عالی جناب السید روح اللہ الموسوی خمینی (رحمہ اللہ) کی شہرت کس تک نہیں پہنچی! انقلاب ایران سے قبل بھی آپ کا شمار اپنے عہد کے چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا۔ خمینی نے اپنے عہد میں گستاخانہ کتاب 'شیطانی آیات' کے مصنف سلمان رشدی (لعنت اللہ علیہ) کے قتل کا جو فتویٰ جاری کیا تھا وہ فقہ جعفریہ کی تعلیمات کے عین مطابق تھا۔ افسوس کہ شیعوں میں سے بعض نے اس فتویٰ کی مخالفت کی اور یوں ظاہر کرنا چاہا گویا یہ فتویٰ شریعت کے سراسر خلاف ہو۔ آپ جزئیات کی رو سے اس فتویٰ کی مخالفت ضرور کرسکتے ہیں (جیسا کہ میں آخر میں وضاحت کروں گا) لیکن شرعی اعتبار سے اس فتویٰ کی اصل موجود ہے۔ چنانچہ خمینی صاحب نے خود اپنی کتاب میں گستاخ رسول کے متعلق مسلک اہل بیت کا موقف بیان کیا جو کچھ اس طرح سے ہے:

''اول یہ کہ اگر کوئی شخص نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر سب کرے (العیاذ باللہ) تو سننے والے پر اسے قتل کرنا واجب ہے اگر اسے اپنی جان، آبرو یا کسی مومن کی جان یا آبرو کا خوف نہ ہو۔ اس صورت میں یہ قتل جائز نہیں۔ اگر کسی زیادہ مقدار میں اپنی یا اپنے بھائی کی جائیداد کے جانے کا خوف ہو تو اس کے لیے یہ قتل ترک کردینا جائز ہے۔ اس کے لیے کسی امام (علیہ السلام) یا امام کے نائب سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ یہی حکم ہے اس کے متعلق جو آئمہ (علیہم السلام) میں سے کسی کی شان میں گستاخی کرے۔ اور صدیقہ طاہرہ (سلام اللہ علیہا) بھی اس ہی وجہ سے اس حکم میں ملحق ہیں۔ بلکہ اگر وہ سب النبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے رجوع بھی کرے (یعنی توبہ کرلے) تب بھی بلا اشکال قتل کیا جائے گا۔''

(تحریر الوسیلہ، جلد نمبر ۲، باب ۴۷ [الحدود] فصل ثالث فی حد القذف، صفحہ نمبر ۴۷۶ تا ۴۷۷)

چنانچہ یہاں اس نظریہ کی نفی ہوگئی کہ اگر گستاخ رسول توبہ کرلے تو معافی کا مستحق ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کا

گستاخ مرتد ہے اور فقہ جعفریہ کے نزدیک مرتد کی دو اقسام ہیں: فطری اور ملی۔ پس مرتد فطری وہ ہے جو دین اسلام پر پیدا ہوا اور بعد میں کافر ہو گیا۔ یہ آدمی توبہ بھی کر لے تو ہمارے فقہاء کے نزدیک قتل کا مستحق ہے۔ البتہ مرتد ملی وہ ہے جس نے دین اسلام قبول کیا لیکن پھر کافر ہو گیا۔ ایسے آدمی کو توبہ کی مہلت دی جانی چاہیے۔ چنانچہ اگر ایک پیدائشی مسلمان رسول اللہ کو برا بھلا کہے تو مرتد فطری کے زمرے میں آئے گا اور سننے والے پر اس کا خون بہانا واجب ہے۔ ایسے مرتد کو قتل کرنے کے لیے حکومت وقت سے اجازت لینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ فقہائے شیعہ میں محض ابن جنید نے ہی لکھا ہے کہ مرتد فطری کی توبہ بھی قبول ہے۔ اس ہی طرح عہد حاضر میں آیت اللہ خوئی کا یہ منفرد موقف ہے کہ مرتف فطری اگر صدق دل سے توبہ کر لے تو قتل ضرور کیا جائے گا لیکن آخرت میں اس پر عذاب نہ ہو گا۔ اس ہی طرح خاتون مرتد ملی کو توبہ کی مہلت ہمیشہ دی جائے گی اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اسے قید میں رکھا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو آزاد ہے وگرنہ وہ محبوس ہی مر جائے۔ بعض فقہاء کے نزدیک اگر ایک عورت بار بار مرتد ہو جائے اور پھر اسلام قبول کر لے تو اس صورت میں اس کا قتل جائز ہے لیکن آیت اللہ خوئی اس صورت میں بھی عورت مرتد کے قتل کو جائز خیال نہیں کرتے۔

محمد رضا گلپایگانی کا فتویٰ:

آیت اللہ محمد رضا گلپایگانی ان لوگوں میں سے تھے جنہیں آیت اللہ خمینیؒ کی جانشینی کے لیے جانچا گیا تھا۔ علماء شیعہ کے درمیان گستاخ رسول و گستاخ آئمہ کی شرعی سزا پر آیت اللہ گلپایگانی نے ہی سب سے زیادہ کام کیا ہے۔ آپ کی کتاب 'الدر المنضود فی احکام الحدود' اس موضوع پر ایک جامع کتاب ہے۔ غالباً سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے بعد آپ ہی نے اس مسئلے پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا مطالعہ پاکستانی شیعوں کے لیے مفید رہے گا۔ آپ لکھتے ہیں:

''روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کا گالی دینے والا اور اس ہی طرح آئمہ (سلام اللہ علیہم) کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔''

(الدر المنضود، جلد نمبر ۲، مسئلہ اولیٰ فی قتل ساب النبی، صفحہ نمبر ۲۵۳)

مزید یہ کہ جس شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہؓ کی شان میں توہین کی وہ بھی واجب القتل ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں۔ یہ ہی حکم رسول اللہ کی بیٹی حضرت فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا) کے متعلق ہے کیونکہ آپ معصومہ ہیں۔ پھر یہی حکم دیگر معصومین کے متعلق بھی ہے جن میں ہمارے آئمہ اہل بیت اور انبیاء عظام شامل ہیں۔ چنانچہ آیت اللہ گلپایگانی نے صحیفہ امام علی رضا میں موجود اس روایت پر اعتماد کیا: ''جو نبی کو گالی دے قتل کیا جائے اور وہ صاحب نبی کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں۔'' معلوم ہوا کہ کسی بھی نبی کی توہین کی سزا ایک اسلامی ریاست میں جرم ہے اور ایسے آدمی کو توبہ کی مہلت دیے بغیر قتل کر دینا چاہیے۔ چنانچہ ممتاز قادری کے عمل کی وکالت سنیوں سے زیادہ تو شیعوں کو کرنی چاہیے تھی۔

نتیجہ فکر

یہاں ہم نے سات روایات اور دس علماء شیعہ کے اقوال سے ثابت کر دیا کہ گستاخ رسول کا قتل کرنا مسلمانوں کے لیے جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ فقہ جعفریہ کی رو سے اگر کوئی آدمی پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو برا بھلا بولے تو ایسا کہنے والے کو قتل کرنے کے لیے حاکم وقت کی اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ سننے والے قانون کو ہاتھ میں لے کر اس بد بخت کی گردن ارا سکتے ہیں۔ فقہاء امامیہ نے یہی حکم آئمہ اہل بیت، انبیا کرام اور سیدہ فاطمہ زہراء (علیہا السلام) کی شان میں توہین کرنے والے کے متعلق دیا ہے۔ بلکہ بعض متکلمین تو حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا وعلیہا السلام) کے گستاخ کو بھی مباح الدم ہونے کے قائل ہیں۔

اب یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دین اسلام کے ان احکامات کو عہد حاضر میں کیونکر نافذ کیا جائے۔ اکثر لوگ جب مذہب اسلام میں موجود یہ حکم سنتے ہیں کہ مرتد یا گستاخ رسول کو قتل کر دو تو حیرت کا اظہار کرتے ہیں اور ان قوانین کو انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہئے کہ شریعت کی صحیح فراست ہر دور کے مختلف تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حاصل کی جاتی ہے اور شریعت کے ہر حکم کے پیچھے ایک علت پوشیدہ ہے جسے جانے بغیر شرعی احکامات کو سمجھنا ممکن نہیں۔ اسلام کے نزدیک گستاخ رسول کا قتل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو گالی دینے کی بناء پر نہیں بلکہ فتنہ وفساد پھیلانے اور اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت کرنے کے باعث واجب ہے۔ چنانچہ اگر ایک مسلمان رسول اللہ کی توہین کرے تو وہ مرتد سمجھا جاتا ہے اور اگر غیر مسلم بدتمیزی کرے تو اسے اسلامی حکومت کے خلاف اعلان جنگ متصور کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ دور قدیم میں حکومتیں مذہب کو بہت اہمیت دیتی تھیں۔ چنانچہ ریاست مدینہ کی بنیاد بھی اس کی منفرد مذہبی شناخت پر قائم تھی۔ لہٰذا اس ریاست میں رسول اللہ کی توہین کا مطلب ریاست کی بنیاد کو چیلنج کرنا اور اس کے اختیارات کا مضحکہ اڑانے کے مترادف تھا۔ اگر کوئی غیر مسلم رسول اللہ کے متعلق بدگوئی کرے تو گویا اس نے مسلمانوں کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا کیونکہ عہد قدیم میں کسی امن پسند ذمی کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے منہ پر ان کے نبی کو گالی دے۔ اگر کوئی ذمی ایسا کرے گا تو لازمی ہے کہ اس نے بغاوت کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ دوسری طرف مسلمان اگر رسول اللہ کے متعلق نازیبا قسم کی گفتگو کرے تو اسے ارتداد کے باعث قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ گستاخ رسول کے قتل کے پیچھے یہ ہی علت نمایاں ہے جس کے متعلق تمام مسلمان متفق ہیں یعنی: مسلمان گستاخ رسول کو مرتد ہونے کی بناء پر قتل کیا جاتا ہے اور غیر مسلم گستاخ رسول کو باغی ہونے کے باعث مارا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں صرف احناف غیر مسلم گستاخ رسول کے قتل کو جائز نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے نزدیک کسی ذمی کا رسول اللہ کو گالی بکنا اس کے باغی ہونے کی کافی وشافی دلیل نہیں۔ احناف کے علاوہ باقی تمام مسالک اہل الذمہ کی طرف سے رسول اللہ کے متعلق بدگوئی کو اعلان جنگ تسلیم کرتے ہیں۔ اب یہاں سوال یہ بنتا ہے کہ مرتد کا قتل کیوں جائز ہے؟

معلوم ہونا چاہئے کہ ابن ہمام (رحمہ اللہ) نے مرتد کی سزا کے پیچھے موجود علت کو کافی اچھے انداز میں بیان کیا ہے جس سے میں بالکل متفق ہوں اور عہد حاضر میں مغربی مسلمان علماء مرتد کے قتل کا جواز اس ہی علت کو سمجھتے ہیں۔ ابن ہمام کا شمار فقہ حنفیہ کے اہم فقہاء میں

ہوتا ہے۔انہوں نے مرتد کی سزا کا جواز واضح کرتے ہوئے لکھا:

''چنانچہ مرتد کا قتل جنگ کی برائی کو دور کرنے کے لیے واجب ہے، نہ کہ اس کے فعل کفر کی جزا کے طور پر کیونکہ اس (فعل کفر) کی سزا اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بصورت جہنم) عظیم تر ہے۔لہٰذا یہ (مرتد کے قتل کی سزا) محاربین سے مختص ہے جو کہ مرد ہوں۔اور اس ہی بناء پر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا اور اس کی علت یہ ہے کہ وہ محارب نہیں ہوتیں۔''

(فتح القدیر، جلد نمبر ۱۳، باب احکام المرتدین، صفحہ نمبر ۲۲۸)

معلوم ہوا کہ مرتد کا قتل شریعت میں جنگ و جدل اور فتنہ وفساد کے خاتمہ کے باعث واجب ہے۔ایک آدمی کو عقائد ونظریات بدلنے کے باعث نہیں مارا جا سکتا۔فقہ جعفریہ کے نزدیک بھی عورت مرتد کا قتل ناجائز ہے۔چنانچہ ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمان گستاخ رسول کو مرتد ہونے کے باعث قتل کیا جاتا ہے اور مرتد کو اس وقت قتل کیا جاتا ہے جب وہ محارب بن جائے۔عہد قدیم میں مرتد کا مطلب عموماً محارب ہی تھا (کیونکہ دین ریاست کی قومی شناخت تھی) تو مرتد ملی (پیدائشی مسلمان مرتد) کا قتل فوری طور پر واجب تھا اور اس کی توبہ قبول نہیں کیا جاتی تھی جبکہ نومسلم مرتد کو توبہ کی مہلت دی جاتی تھی۔اکیسویں صدی میں مذہب اب ممالک کی شناخت نہیں رہا۔یہ نیشن اسٹیٹس کا زمانہ ہے جس میں ریاست قومیت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔پاکستان اگرچہ ایک نظریاتی ملک ہے لیکن یہاں مختلف اقوام بستی ہیں جن کے نزدیک ان کی اسلامی شناخت اتنی ہی اہم ہے جتنی ان کی قومی شناخت۔چنانچہ اس عہد میں اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر کافر ہو جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب وہ مملک پاکستان کے خلاف شمشیر زن ہو جائے گا۔پاکستان سے وفاداری کی بنیاد مسلمان ہونا نہیں ہے بلکہ آئین سے پاسداری ظاہر کرنا ہے۔جب تک اس دقیق نکتہ کو لوگ نہیں سمجھیں گے، دین اسلام اور عہد حاضر کی دنیا میں مطابقت پیدا نہیں کر پائیں گے۔اکیسویں صدی میں جینے کے لیے ہمیں شریعت مطہرہ کی ایک بہتر فراست پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔یہودی اور مسیحی اس عمل میں ناکام رہے اور یورپ مذہب سے دور ہو گیا۔اگر مسلمان بھی اس عمل میں ناکامی کا مظاہرہ کرتے رہیں گے تو عنقریب دین اسلام پر لوگوں کو قائم رکھنا مشکل ہوتا چلا جائے گا۔لہٰذا ہمیں دین اسلام پر تیزی کے ساتھ ریسرچ کی حاجت ہے تاکہ مسلمانوں کو شریعت محمدی کے نفاذ میں آسانی مہیا کی جا سکے اور لوگوں کو دنیا و آخرت کو سنوارا جا سکے۔